© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

کیا اقامتِ دین فرضِ عین ہے؟

سوال: ناکسار کچھ سوالات کر کے جناب کو جواب دینے کی زحمت دینا چاہتا ہے، اگرچہ جناب کی مصروفیتوں کے پیشِ نظر یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا تاہم میں جناب ہی سے ان سوالات کے جوابات معلوم کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں کیونکہ ان میں بعض اہم سوالات اس نصب العین اور اس تنظیم سے متعلق ہیں جس کا شعور اور جس کا وجود اس دور میں آپ کی مساعیِ جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ میں ۹ سال سے اس جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس عرصہ میں میں نے اس کی تقریباً تمام کتابیں پورے غور و خوض کے ساتھ پڑھیں اور ایک علمی احساسِ فرض کے تحت بلکہ ایک اندرونی دباؤ کے تحت اس میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے قرآن و سنت کے دلائل سے مطمئن ہو کر اس جماعت کے نظم سے منسلک ہونا اپنے ایمان و اصلاح کا تقاضا سمجھا ہے۔ میں جذباتی طور پر نہیں بلکہ پورے عقل و ہوش کے ساتھ یہ خیالات رکھتا ہوں کہ جس شخص پر اس جماعت کا حق ہونا واضح نہ ہوا ہو اس کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں لائقِ عفو و درگزر ہے لیکن جس شخص کے دل و دماغ نے پکار کر یہ کہہ دیا ہو کہ اس برصغیر میں یہی ایک جماعت ایسی ہے جو اس دور میں حق کا کام صحیح طریق پر کر رہی ہے اور اس جماعت کے علاوہ اس سرزمین میں اور کوئی جماعت ایسی نہیں جس کا دامن فکر و کردار من حیث الجماعت اس نقصِ ایمان کی آمیزش سے پاک ہو تو اس شخص پر عند اللہ یہ فرضِ عین ہو جاتا ہے کہ وہ اس جماعت سے منسلک ہو اور اگر وہ اس وقت کسی دنیوی مصلحت کے پیشِ نظر یا کسی نفسانیت کی بنا پر اس جماعت سے اپنا تعلق منقطع کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس سے مواخذہ ہوگا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں نے ان سطور میں کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گروہی عصبیت یا مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے بلکہ اس ناچیز نے جو کچھ سمجھا ہے وہ ظاہر کر دیا ہے۔ اگر اس میں کوئی غلط فہمی کام کر رہی ہے تو اسے رفع فرمایئے۔

یہاں میں سات آٹھ ماہ سے مقیم ہوں اور میری ایک ایسے بزرگ سے ملاقات ہے جو عالم دین ہیں، جماعت کی دعوت اور طریق کار کو عین حق سمجھتے ہیں اور جماعت کے باقاعدہ متفق بھی ہیں۔ اس کے باوجود ان کا خیال یہ ہے کہ فریضۂ اقامت دین جس کے لئے یہ جماعت کام کر رہی ہے وہ فرضِ عین نہیں بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ اس لیے جب اس میں کچھ لوگ حصّہ لے رہے ہیں تو کوئی ضروری نہیں کہ اس میں ہر ایک شخص حصّہ لے۔ اگر کسی شخص کی دنیوی مصلحتیں اسے اس کام سے روکتی ہیں اور وہ ان کی وجہ سے اس جماعت سے ہر قسم کا تعلق توڑ لیتا ہے اور اقامتِ دین کے لیے ذاتی طور پر بھی علیحدہ سے کوئی کام نہیں کرتا تو وہ کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس کی مثال تو بس نمازِ جنازہ کی سی ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس وقت اور فرصت ہے اور اس کی طبیعت چاہتی ہے تو وہ اس میں شرکت کرے اور اگر وقت و فرصت نہیں ہے اور طبیعت نہیں چاہتی تو اسے پورا اختیار ہے کہ اس میں حصّہ نہ لے۔

یہ بات تو وہ فریضۂ اقامتِ دین کے بارے میں کہتے ہیں۔ اب رہی جماعت کی تنظیم، اس سے منسلک ہونا، اس کے امیر کی اطاعت، اس راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر اور اس نصب العین کے لئے ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں، تو ان امور کو وہ بالکل نوافل کا درجہ دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ یہ امور تو ایسے ہیں جیسے نماز تہجد۔ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مراتب عالیہ کے حصول کے لیے تو ضروری ہے لیکن محض بخشش و نجات کے لئے ضروری نہیں ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے اس راہ میں اپنی جانیں نثار کر دیں اور اپنی اولاد اور اپنے خاندان کی مستقبل کی زندگیوں کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تو کیا انہوں نے یہ سب کچھ محض ایک نفل کام کے لیے کیا؟ تو وہ اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ان کی وہ ساری قربانیاں محض بلند مراتب کے حصول کے لیے تھیں ورنہ ایسا کرنا ان پر فرض نہیں تھا۔ اصل میں تھے :: باقی اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت کہیں جب ان کے سامنے اخوان کی مثال پیش کی گئی تو ان کا اندازِ گفتگو اول اس قسم کا ہے کہ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اخوان اور ایسے ہی دوسرے اہلِ حق جنہوں نے اللہ کے لئے اپنی جانیں نثار کر دیں وہ لائق ستائش ٹھہرنے کے بجائے الٹے لائق ملامت ٹھیریں گے۔ کیونکہ محض نفل کام کے لئے اپنی جان دینا اور اپنے پسماندگان کو کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ جانا غلو فی الدین نہیں تو اور کیا ہے اور اس کا مرتکب اللہ کے نزدیک مستحقِ عذاب ہی ہو سکتا ہے۔

نظمِ جماعت کی پابندی اور اطاعتِ امیر کا جب ذکر آتا ہے تو وہ کہتے ہیں ایسی مختلف تنظیمیں جو مختلف ادوار اور مختلف ممالک میں دین کا کام کرنے کے لئے قائم ہوں ان کے نظم کی پابندی اور ان کے امراء کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ اطاعت تو رسول اللہ اور خلفائے راشدین کی فرض تھی نہ کہ ایسی جماعتوں کے امراء کی جو وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں میں دین کا کام کرنے کے لئے تشکیل پاتی رہیں۔ اگر ان کی اطاعت فرض ہو جائے گی تو پس مسلمان اسی کے ہو رہے کہ ایسے خود ساختہ امیروں کی اطاعت کرتے رہیں گویا کہ اب کوئی اور کام تو کرنے کا رہا نہیں ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اگر اس دور میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو جائے تو اس کے امیر کی اطاعت بھی اسی طرح فرض ہوگی جیسے خلفائے راشدین کے دور میں تھی۔

ایک عالمِ دین کی زبان سے یہ باتیں سن کر میں سکتے میں رہ جاتا ہوں۔ میں نے اپنے ناقص علم کی حد تک انہیں مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ان کا اول اور آخر جملہ یہی ہے کہ یہ باتیں فرضِ عین نہیں بلکہ فرضِ کفایہ یا نفل کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ وہ اندازِ فکر ہے جو تحریکِ اسلامی کے نشوونما کے لئے سمِ قاتل ہے۔ اس کا کسی ایسے نوجوان کے کانوں میں پڑ جانا جس نے ابھی اس راہ میں قدم رکھا ہی ہے اس کے قوائے عمل کو مفلوج کر دینے کے لئے کافی ہے۔ پس اس لئے نہیں کہ ان صاحب کو مطمئن کرنا ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے اثرات دور دور تک متعدی ہو سکتے ہیں، ان غلط خیالات کی تردید بہت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ یوں تو جماعت کا تمام لٹریچر ... کا جواب پیش کرتا ہے لیکن خاص کسی ایک نکتہ کا مختصر اور مدلل جواب موجود نہیں ہے۔ ان صاحب کا ذہن فقہی اصطلاحات میں اس طرح الجھا ہوا ہے کہ جماعت کے متعلق کچھ کے سارے دلائل انہیں بے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جماعت کی کتابوں میں دلائل نہیں ہوتے۔ پہلے تو میں ان کے اس جملہ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ کیونکہ جماعت کے لٹریچر کا دلائل سے مسلح ہونا ہی تو وہ وصف ہے جس کا لوہا مخالفین بھی مانتے ہیں۔ اس سے سبب ان سے وضاحت چاہی گئی تو کہنے لگے کہ اس میں فقہ حنفی یا دیگر مکاتیبِ فقہ کی کتابوں کا حوالہ نہیں ہوتا قرآن و سنت سے محض اپنے ہی طور سے استدلال کیا جاتا ہے ان کی گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ اگر فقہ حنفی کی کسی کتاب میں یہ دکھا دیا جائے کہ اقامتِ دین اور اس کے لیے ایک جماعت کا قیام اور پھر اس کے نظم سے وابستگی اور اس کے امیر کی اطاعت فرضِ عین ہے تب تو وہ مانیں گے ورنہ وہ اس کے لیے تیار ہیں کہ اگر جماعت کے اجتماعات میں شرکت پر ان سے اصرار کیا جائے اور ہفتہ وار رپورٹ طلب کی جائے تو وہ "متفقیت" سے بھی مستعفی ہو جائیں گے۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر جواب میں فقہ حنفی کی کتابوں کا بھی حوالہ ممکن ہو تو دیا جائے شاید کہ ان کے دل کی گرہیں کھل جائیں۔

ایک بات میں اپنی طرف سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اکثر میرے ذہن میں یہ سوال ابھرتا رہا ہے کہ اسلام کے ارکان کی حیثیت سے پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں فریضہ اقامتِ دین کی جدوجہد شامل نہیں ہے حالانکہ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے چھٹے رکن کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے تھی اگر ایسا ہوتا تو اسلام محض نماز روزہ حج اور زکوٰۃ تک محدود نہیں رہ سکتا تھا بلکہ اس کے وہ تقاضے بھی ہر مسلمان کے سامنے ہمیشہ موجود رہتے جن کا شعور پیدا کرنے کے لیے علیحدہ سے ہر دور میں تحریکیں اٹھتی رہی ہیں۔ صراحتہً تحریر فرمایئے کہ دین کے اوامر میں فریضۂ اقامتِ دین کی کیا حیثیت ہے۔

ایک صاحب جھنگ میں ہیں جو پہلے تو جماعت سے اس حد تک تعلق رکھتے تھے کہ رکنیت کی درخواست دینے والے تھے لیکن یکایک ان کے ذہنِ رسا میں ایک نکتہ پیدا ہوا اور وہ اپنا دامن جھاڑ کر جماعت سے اتنی دور جا کھڑے ہوئے گویا کہ انہیں جماعت سے کبھی کوئی تعلق رہا ہی نہیں تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسلامی دستور کی تشکیل کے بعد پاکستان ایک اسلامی ریاست بن چکا ہے اور یہاں تمام مسلمان شہری ایک نظامِ اطاعت میں منسلک ہو چکے ہیں یہ نظامِ اطاعت سب کو جامع اور سب پر فائق ہے۔ اب سب کی اطاعتیں اسی ایک نظامِ اطاعت کے گرد جمع ہو چکی ہیں لہٰذا اس کی موجودگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کسی اور نظم کا قائم ہونا اور افراد سے اپنی اطاعت کا مطالبہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک حکومت کے اندر ایک متوازی حکومت کا قائم کرنا۔ خلاصہ یہ کہ اب کسی جماعت کسی تنظیم اور کسی امیر کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔ حکومت اس کا تنظیمی مظہر ہے۔ تمام مسلمان شہری اب کسی جماعت کے نہیں بلکہ اس ریاست کی ہمہ گیر تنظیم کے رکن ہیں اور اب ان کی تمام اطاعتیں اور وفاداریاں اسی تنظیم کا حق ہیں نہ کہ کسی اور جماعت کا۔ اب اطاعت کسی کی نہیں بلکہ ریاست کے صدر کی ہونی چاہیئے۔ یہ وہ طرز استدلال ہے کہ اس کے نتیجہ میں شہریوں کا حق انجمن سازی (RIGHT TO FORM ASSOCIATIONS.) ہی ختم ہو جاتا ہے اور نہ صرف ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ذکر کرنا بھی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے مترادف ہے۔ آپ کے پاس اس استدلال کا کیا جواب ہے؟ کیا اسلامی ریاست واقعی ایک ایسی ریاست ہو گی جس میں کسی دوسری پارٹی کو جنم لینے اور جینے کا موقع نہیں ملے گا؟ اگر ملے گا تو ایک نظام اطاعت کے مخالف سے اس کی کیا حیثیت ہو گی؟ کیا اب کسی مسلمان کا یہ استدلال درست ہے کہ اب اسے اسلام کے اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کسی جماعت میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ایک اسلامی ریاست کا ایک شہری ہے۔ علمی حیثیت سے یہ سوالات خاص اہمیت رکھتے ہیں اور ان کا جواب علمی طریق پر ہی دیا جانا چاہیئے۔

ایک سوال یہ ہے کہ شریعت میں نماز باجماعت کی کیا حیثیت ہے۔ یہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ ہے یا واجب بالکفایہ یا سنت مؤکدہ بالکفایہ ہے۔ بعض حالات یا عذرات میں اس کے وجوب یا تاکید کی سختی کم ہو جاتی ہے؟ یہاں مسجدیں کم اور دور دور ہیں لہٰذا اکثر لوگ گھروں پر نماز پڑھتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ چاہیں تو تھوڑی سی زحمت گوارہ کر کے مسجد میں پہنچ سکتے ہیں لیکن کوئی تو فاصلہ کا عذر کرتا ہے کوئی اندھیری رات کا، کوئی پانی اور کیچڑ اور راستہ کی خرابی کا۔ کیا یہ عذر معقول ہیں؟ بعض لوگ ہیں جو اپنی دکان پر ہی نماز پڑھتے ہیں اور تنہا ہونے کا عذر پیش کرتے ہیں جن میں جماعت کے ارکان اور متفقین بھی ہیں۔ یہ لوگ اجتماع کرتے رہتے ہیں اور جماعت کا وقت نکل جاتا ہے بعد میں فرداً فرداً پڑھتے ہیں۔ تحریر فرمایئے کہ یہ سب باتیں کہاں تک درست ہیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیائر میں جھوٹ کا کیا درجہ ہے؟ کتاب و سنت میں اس کی جس قدر مذمت آئی ہے اور اس کے مرتکب کے لیے جتنی وعیدیں آئی ہیں بیان فرمایئے کیا بعض حالات ایسے بھی ہیں جن میں جھوٹ بولنا مباح ہو جائے۔

اگر کسی شخص کے پاس ۵۲½ تولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ قیمت کا سونا ہے لیکن ۷½ تولہ سے کم ہے اور چاندی بالکل نہیں ہے اور نہ روپیہ پس انداز ہو سکا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ سونے کا نصاب ۷½ تولہ ہے۔

اکثر لوگ وتر کی تیسری رکعت میں بالالتزام سورہ اخلاص پڑھتے ہیں اور یہ بات خاص طور سے رمضان میں نظر آتی ہے جب تراویح کے بعد وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں کیا یہ التزام کسی دلیل پر مبنی ہے یا محض رواج پر؟ کیا یہ التزام درست ہے؟

فطرہ کی مقدار کے بارے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے کوئی سوا سیر گیہوں دیتا ہے تو کوئی پونے دو سیر اور کوئی سوا دو سیر۔ صحیح مقدار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں آپ کا عمل کیا ہے؟ فطرہ کے سلسلہ میں دوسری بات یہ دریافت کرنی ہے کہ اگر کوئی شخص خود صاحب نصاب نہیں ہے بلکہ اس کی بیوی صاحب نصاب ہے تو فطرہ محض بیوی پر واجب ہوگا یا شوہر پر بھی اور یہ کہ اولاد کی طرف سے بھی فطرہ دیا جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ جماعت کے متعلق آپ نے اپنا جو نقطہ نظر بیان کیا ہے قریب قریب وہی نقطہ نظر تشکیل جماعت کے موقع پر میں نے بیان کیا تھا اور اس کے بعد برابر مختلف مواقع پر اسی کی توضیح کرتا رہا ہوں کہ حق واضح ہو جانے اور یہ بات سمجھ لینے کے بعد کہ یہ جماعت برسر حق ہے اس کا ساتھ نہ دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ مواخذہ ہے البتہ وہ لوگ معافی کے مستحق ہو سکتے ہیں جو جماعت کے موقف کے بارے میں کوئی شک رکھتے ہوں یا اخلاص و دیانت کے ساتھ اس سے مطمئن نہ ہوں۔

آپ نے جن عالم دین کا ذکر کیا ہے ان کو یہ غلط فہمی ہے کہ اقامتِ دین کی سعی ہر حال میں صرف فرض کفایہ ہے حالانکہ یہ فرض کفایہ صرف اسی حالت میں ہے جب کہ آدمی کے اپنے ملک یا علاقے میں دین قائم ہو چکا ہو، اور کفار کی طرف سے اس دار الاسلام پر کوئی ہجوم نہ ہو، اور پیش نظر یہ کام ہو کہ آس پاس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاقوں میں بھی اقامتِ دین کی سعی کی جائے۔ اس حالت میں اگر کوئی گروہ اس فریضے کو انجام دے رہا ہو، تو باقی لوگوں پر سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور معاملہ کی نوعیت نماز جنازہ کی سی ہوتی ہے۔ لیکن اگر دین خود اپنے ملک ہی میں مغلوب ہو، اور خدا کی شریعت متروک و منسوخ کر کے رکھ دی گئی ہو، اور علانیہ منکرات اور فواحش کا ظہور ہو رہا ہو اور حدود اللہ پامال کی جا رہی ہوں، یا اپنا ملک دار الاسلام تو بن چکا ہو مگر اس پر کفار کے غلبے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہو تو ایسی حالتوں میں یہ فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہوتا ہے، اور ہر وہ شخص قابل مواخذہ ہو گا جو قدرت و استطاعت کے باوجود اقامتِ دین اور حفاظتِ دین کے لیے جان لڑانے سے گریز کریگا۔

اس معاملے میں کتب فقہیہ کی ورق گردانی کرنے سے پہلے صاحب موصوف کو قرآن مجید پڑھنا چاہیے جس میں جہاد سے جی چرانے والوں کو سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں حتیٰ کہ انہیں منافق تک ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ نماز روزے کے پابند تھے۔ قرآن اس طرح کے حالات میں جہاد ہی کو ایمان کی کسوٹی قرار دیتا ہے اور اس سے دانستہ گریز بلکہ تساہل برتنے والوں کی کسی طاعت کو بھی لائق اعتنا نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد اگر کسی توثیق کی ضرورت صاحب موصوف کو محسوس ہو تو وہ فقہ کی کتابوں میں جہاد کی بحث نکال کر دیکھ لیں کہ ہجوم عدو کی صورت میں جہاد فرض کفایہ ہے یا فرضِ عین۔ جس زمانے میں فقہ کی یہ کتابیں لکھی گئی تھیں اس وقت ممالک اسلامیہ میں سے کسی جگہ بھی اسلامی قانون منسوخ نہیں ہوا تھا اور نہ حدود شرعیہ معطل ہوئی تھیں۔ اس لیے انہوں نے صرف ہجوم عدو ہی کی حالت کا حکم بیان کیا تھا۔ لیکن جب کہ مسلمانوں کے اپنے وطن میں کفر کا قانون نافذ اور اسلام کا قانون منسوخ ہو اور اختیارات ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوں جو حدود اللہ کی اقامت کو وحشیانہ فعل قرار دیتے ہیں تو معاملہ ہجوم عدو کی نسبت کئی گنا زیادہ سخت ہو جاتا ہے، اور اس صورت میں کوئی شخص، جو دین کا کچھ بھی فہم رکھتا ہو، اقامتِ دین کی سعی کو محض فرض کفایہ نہیں کہہ سکتا۔

رہا نظم جماعت تو اس کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ احکام کفر کے مقابلہ میں احکام الٰہی کے اجرا کی کوشش بہر حال منظم اجتماعی جدوجہد کے بغیر نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس کے لیے جماعت کا وجود، اور جو جماعت موجود ہو اس کا التزام ضروری ہے۔ اس مضمون پر کثیر التعداد احادیث دلالت کرتی ہیں۔ البتہ جہاں تمام اہل ایمان کی ایک جماعت موجود نہ ہو اور اس مقصد عظیم کے لیے اجتماعی قوت پیدا کرنے کی مختلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوششیں ہو رہی ہوں، تو التزامِ جماعت کے ان احکام کا اطلاق تو نہ ہو گا جو الجماعت کی موجودگی میں شارع نے دیئے ہیں، لیکن کوئی ایسا شخص جو اقامتِ دین کے معاملے کی شرعی اہمیت سے واقف ہو اور اس معاملہ میں ایک مومن کے فرض کا احساس رکھتا ہو ان کوششوں کے ساتھ بے پروائی کا رویہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے لازم ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ ان کا جائزہ لے اور جس کوشش کے بھی صحیح و برحق ہونے پر مطمئن ہو جائے اس میں خود بھی حصہ لے۔ پھر حصہ لینے کی صورت میں (یعنی جب کہ آدمی ایک جماعت کو برحق جان کر اس سے وابستہ ہو چکا ہو) نظم و اطاعت کا التزام نہ کرنا سراسر ایک غیر اسلامی فعل ہے۔ یہ اطاعت محض نفل نہیں بلکہ فرض ہے کیونکہ اس کے بغیر فریضہ اقامتِ دین عملاً ادا نہیں ہو سکتا۔ احادیث میں اطاعتِ امر کے جو احکام آئے ہیں اور خود قرآن میں اطاعتِ اولو الامر کا جو فرمانِ خداوندی آیا ہے، ان کے متعلق یہ سمجھنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ احکام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد کے لیے تھے۔ اگر یہ بات ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب نہ کوئی اسلامی حکومت چل سکتی ہے اور نہ کبھی جہاد فی سبیل اللہ ہو سکتا ہے کیونکہ نظام کی پابندی اور سمع و طاعت کے بغیر ان چیزوں کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ میں سخت حیران ہوں کہ کوئی شخص جس کو علم دین کی ہوا بھی لگی ہو ایسی بے سروپا باتیں کیسے کہہ سکتا ہے۔

دوسرے جن صاحب کا آپ نے ذکر کیا ہے ان کی عقل نے وہ نکتہ پیدا کیا ہے جو ابھی تک "امیر المومنین" سکندر مرزا صاحب کو بھی نہیں سوجھا ہے۔ اگر یہ بات انہیں سوجھ جائے تو ملک کی تمام جماعتوں کو یک جنبشِ قلم ختم کر کے ہمیشہ کے لیے ہر اس شخص کا منہ بند کر دیں جو یہاں احکامِ اسلامی کے اجراء کا نام لے اور پھر یہاں صرف رقص و سرود اور فسق و فجور ہی ہوتا رہے۔ اس کے بعد تو یہاں اطمینان کے ساتھ انگریزی دَور کے قوانین چلتے رہیں گے اور شریعت کے نفاذ کی جدوجہد کرنے والے دنیا ہی میں نہیں آخرت میں بھی سیہ رو اور مستحقِ عذاب ٹھہریں گے، کیونکہ شرعاً وہ نفاذِ شریعت کی سعی کرنے کے مجاز ہی نہ رہیں گے۔ مجھے تو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ جن صاحب کی عقل و خرد کا یہ حال تھا وہ جماعت کو چھوڑ کر دُور چلے گئے۔

اب آپ کے سوالات کا مختصر جواب عرض ہے:

(۱) فریضہ اقامتِ دین کی حیثیت سمجھنے میں آپ کو الجھن اس لیے پیش آئی ہے کہ آپ ارکانِ اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور فرائض اہلِ ایمان میں فرق نہیں کر رہے ہیں۔ ارکانِ اسلام وہ ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے اور فرائض اہلِ ایمان وہ مقتضیاتِ ایمان ہیں جنہیں اسلامی زندگی کی تعمیر کے بعد پورا کیا جانا چاہیے۔ ارکانِ اسلام قائم نہ ہوں تو سرے سے اسلامی زندگی کی عمارت کھڑی ہی نہ ہوگی۔ لیکن اس عمارت کے کھڑے ہو جانے کے بعد اگر مقتضیاتِ ایمان پورے نہ کیے جائیں تو یہ ایسا ہوگا جیسے جنگل میں ایک بے مصرف اور ویران عمارت کھڑی ہے۔ فریضہ اقامتِ دین اسلام کا ستون نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کی عمارت تعمیر کرنے کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ہے اور مزید برآں اسی پر اس عمارت کے استحکام اور اس کی آبادی اور اس کی توسیع کا انحصار ہے۔ اگر اس فرض کو معطل چھوڑ دیا جائے تو اسلام کی عمارت بتدریج بوسیدہ ہو جائے گی، اور اس میں فسق و کفر کو قدم جمانے کا موقع مل جائے گا، اور اس کے وسیع ہو کر تمام خلائق کے لیے پناہ گاہ بننے کا تو کوئی امکان ہی نہ ہوگا۔ اسی لیے اس کام کو اسلام میں مسلمان کی زندگی کے مقصد کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس۔ اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔

۲۔ اسلامی ریاست کی ایک حالت وہ ہوتی ہے جس میں ریاست صرف نظریے کے اعتبار ہی سے اسلامی نہ ہو بلکہ عملاً حکومت بھی اسلامی ہو، صالح و متقی اہلِ ایمان اس کو چلا رہے ہوں، شوریٰ کا نظام اپنی حقیقی اسلامی روح کے ساتھ قائم ہو اور پورا نظامِ حکومت ان مقاصد کے لیے کام کر رہا ہو جن کی خاطر اسلام اپنی ریاست قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں ریاست کا صدر ہی تمام اہلِ ایمان کا لیڈر ہوگا اور اس کی قیادت میں تمام اہلِ ایمان ایک جماعت ہوں گے۔ اس وقت جماعت کے اندر جماعت بنانے کی ہر کوشش غلط ہوگی اور ایک امام کے سوا کسی دوسرے کی بیعت یا اطاعت کا کوئی جواز نہ ہوگا۔ دوسری حالت وہ ہے جس میں ریاست صرف نظریے کے اعتبار سے اسلامی ہو۔ باقی خصوصیات اس میں نہ پائی جاتی ہوں۔ ان حالات کے مختلف مدارج ہیں اور ہر درجے کے احکام الگ ہیں۔ بہرحال ایسی حالت

بقیہ صفحہ ۳۴

© rasailojaraid.com